لیلۃ القدر اور حصول

لیلۃ القدر کیا ہے اور اس کے حصول کے لئے کیا کرنا چاہیئے

فرضی چندوں کے بقائے ادا کرتے ہوئے تحریک جدید کے چندوں میں حصہ لو

فرمودہ ۴ دسمبر ۱۹۳۶ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

میں نے سب سے پہلے سال تحریک جدید کا اعلان کرتا ہوئے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ ایک تو وہ آپس میں صلح کریں۔لڑائی جھگڑوں کو چھوڑ دیں اور ایک دوسرے کے قصور جو ذاتی ہوں اور ایسے جھگڑے جو دینی نہ ہوں ان کو بھلا دیں اور دوسرے اپنے بقائے ادا کرنے کی طرف توجہ کریں کیونکہ جو پچھلا بقایا ادا نہیں کرتا وہ آئندہ کے لئے کس طرح وعدہ کر سکتا ہے میری اس ہدایت کی سند رسول کریم ﷺ کے ایک بیان سے بھی ہوتی ہے جو کہ رمضان کی بعض ساعات کے متعلق ہے چونکہ اللہ تعالی کی مشیت اور قدرت کے ماتحت اس تحریک کے پہلے حصہ کا تیسرے سال کے لئے اعلان کرتے وقت وہی مہینہ آگیا ہے جس میں راز کا انکشاف کیا گیا ہے۔اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ دوستوں کو پھر ایک طرف توجہ دلادوں۔حدیث سے معلوم ہو تا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے اس گھڑی کی خبر دی جس میں دعائیں بالعموم سنی جاتی ہیں اور ایسی ساعات کا علم ہو نا کوئی معمولی بات نہیں اس لئے رسول کریم ﷺ اس خوشی میں گھر سے باہر آئے تا باقی احباب کو بھی اس وقت کی اطلاع دیں اور وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاسکیں مگر آپؐ جب مسجد میں تشریف لائے تو دو مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے آپ ان کی اس لڑائی اور اختلاف کے دور کرنے میں مصروف ہو گئے اور ادھر سے آپؐ کو اپنی توجہی ہٹانی پڑی اس لئے جب پھر اس طرف متوجہ ہوئے تو وہ گھڑی آپکو بھول چکی تھی۔بلکہ حدیث کے الفاظ سے معلوم ہو تا ہے کہ بھولی ہی نہیں اللہ تعالی کے تصرف کے ماتحت اس گھڑی کی یاد اٹھالی گئی تھی پس آپؐ نے فرمایا کہ اس اختلاف اور جھگڑے کی وجہ سے اس گھڑی کا علم اٹھا لیا گیا ہے اس لئے اب اسے رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں اور ان میں سے بھی طاق راتوں میں تلاش کرو۔اس سے معلوم ہو تا ہے کہ وہ گھڑی جس کی مناسبت کی وجہ سے اسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے وہ قومی اتفاق

اور اتحاد سے تعلق رکھتی ہے اور جس قوم میں سے اتحاد اور اتفاق مٹ جائے اس میں لیلۃ القدر بھی اٹھالی جاتی ہے ۔لیلۃ القدر کے معنے ہیں وہ رات جس میں انسان کی قسمت کا اندازہ کیا جاتا ہے اور فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ سال میں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا وہ کہاں تک بڑھیگا اور ترقی کرے گا کیا کیا فوائد اسے حاصل ہوں گے اور کیا کیا نقصانات اٹھانے پڑیں گے انسانی ترقی کے تمام فیصلے لیلۃ القدر یعنی ظلمت میں ہی ہوتے ہیں جس طرح کہ اس کی جسمانی ترقی ظلمت میں ہی ہوتی ہے قرآن کریم سے معلوم ہو تا ہے کہ انسان کی جسمانی ترقی بھی متواتر ظلمتوں میں ہوتی ہے۔ماں کا پیٹ بھی کئی ظلمتوں کا مجموعہ ہو تا ہے اور وہیں انسان کی جسمانی ترقیات یا پرورش اچھی طرح نہ ہو تو آئندہ وہ بچہ کمزور ہو گا اور وہ دنیا مین کوئی بڑے کام بھی نہیں کر سکے گا یہی وجہ ہے کہ اسلامی فقہاء نے ایام حمل میں عورت کا روزہ رکھنا نا پسند کیا ہے کیونکہ اس سے بچہ کی پرورش میں کمزوری واقعہ ہو جاتی ہے

اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ایسے مواقع پر طلاق کا بھی نا پسند کیا ہے کیونکہ اس سے جو صدمہ ہو تا ہے اس سے بچہ کی پرورش میں کمزوری ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں اسلام نے نکاح کو بھی نا جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس سے جذبات کے ہیجان کے باعث بھی بچہ کی پر ورش پر برا اثر پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جماع کے وقت کے لئے ایک جامع دعا سکھائی ہے جو ماں کے پیٹ میں اس کی تربیت کی ذمہ وار ہو سکتی ہے کیونکہ اس حالت میں بچہ کانوں سے کچھ نہیں سن سکتس صرف ماں باث کے خیالات سے سبق سیکھتا ہے اس لئے اسلام نے سکھایا ہے کہ اس وقت یہ دعا کی جائے کہ الھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنایعنی اے خدا شیطانی خیالات کو اس وقت ہم سے دور کر دے کیونکہ ہم ایک نیا بندہ پیدا کرنے لگے ہیں۔اگر اب تک ہماری رگوں میں خون کے ساتھ شیطان دوڑتا رہاہے تو اب اسے ہم سے علیحدہ کر دے تا آئندہ یہ سلسلہ نہ چل سکے اور اس کے نتیجہ میں جو اوالاد تو ہمیں دینے والا ہے اسے شیطان سے بچا کر دے تا بدی کا سلسلہ یہیں منقطع ہو جائے جو ماں باپ ان شہوات کے اوقات میں یہ دعا کریں کوئی وجہ نہیں کہ ان کی اولاد نیک نہ ہو اور شیطان کے اثر سے پاک نہ ہوں بشرطیکہ خلوص نیت سے یہ دعا کی جائے کہ زبان کے ساتھ دل اور دماغ بھی اس دعا کے کرتے وقت شریک ہوں پس شریعت نے بچہ کی تربیت اور پر ورش کے لئے ان دنوں میں خصوصاً احتاط سکھائی ہے جب وہ ظلمات میں ہوتا ہے اور یہ احتیاط کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا ہے جب تک کہ ظلمات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔رضاعت کے ایام بھی اسی سلسلہ کی لمبائی ہیں

کیونکہ ان دنوں میں ابھی بچہ اپنی زندگی کے لئے دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہو تا ہے چنانچہ اس وقت بھی ماں کو روزے رکھنے کی ممانعت کی ہے اور بہت سی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں پس ترقیات کا فیصلہ ہمیشہ ظلمات میں ہو تا ہیاور جس طرح جسمانی ترقیات ظلمت میں ہو تی ہیں اسی طرح روحانی ترقیات بھی رات میں ہی ہو تی ہیں ہر قوم کی روحانی ترقی اتنی ہی ہو تی ہے جتنی اس کی ابتدائی قربانیاں ہو تی ہیں اس کی لیلۃ القدر ہی اس کی ترقیات کی عمر کا میعار ہو تی ہے رسول کریم ﷺ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ کوئی شخص جتنا خدا کا پیارا ہو اتنے ہی زیادہ اسے ابتلاء پیش آتے ہیں کیونکہ اس کے لئے انعام بھی زیادہ مقدّر ہوتے ہیں۔

غرض لیلۃ القدر اس قربانی کی ساعت کو کہتے ہیں جو خدا تعالی کے ہاں مقبول ہوتی ہے بعض قربانیاں مقبول نہیں ہوتی جنگ بدر میں مکہ کے جو کفار مارے گئے ان کی قربانی خدا کے ہاں مقبول نہیں تھی پس وہ زمانہ لیلۃ لاقدر نہیں کہلا سکتا مگر جو صحابہؓ شہید ہوئے ان کی قربانی مقبول تھی جس تکلیف کی اللہ تعالی کوئی قمیت مقرر نہیں کرتا وہ لہلۃ القدر نہیں وہ سزا ہے عذاب ہے انتقام ہے مگر وہ تکلیف جس کے لئے اللہ تعالی قیمت مقرر کرتا ہے وہ لیلۃ القدر ہے یعنی وہ ظلمت بلا اور دکھ کا بدلہ دینے کا اللہ تعالی نے فیصلہ کیا ہو۔وہ لیلۃ القدر ہے پنجابی میں بھی کہتے ہیں کہ میری قربانی کی کوئی قدر نہیں کی گئی۔عربی میں یہ لفظ ان معنوں میں استعال ہو تا ہے غرض اللہ تعالی نے انسان کے لئے ایسی ساعات مقرر کی ہیں کہ جن میں جو قربانیاں وہ کرے وہ ہمیشہ اس کی نظر میں مقبول ہو تی ہیں مگر ان کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ قوموں میں سے مخلصوں کو آپس میں لڑنا نہیں چاہیئے۔منافق کا گناہ ہمارے ذمہ نہیں مگر سچے ّمومن کا موجب ہو گا لیکن منافق وہ باغی ہے اس کے افعال کی مومنوں کو سزا نہیں ملتی بلکہ اگر مومن اس سے بچتے رہیں تو اقوام کے مستحق ہو تے ہیں۔پس میں جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ ہمارے لئے لیلۃ القدر آرہی ہے یعنے ایسے مصائب درپیش ہیں کہ جماعت کی روحانی اور اشاعتی زندگی خطرہ میں ہے اور اس لئے لئے نصیحت کی تھی کہ آپس میں صلح کر لیں اور اس طرح اللہ تعالی اور رسول کریم ﷺ کی خشنودی حاصل کریں اس لئے اب جبکہ پھر رمضان کا مہینہ ہے اور لیلۃ القدر کی گھڑیاں قریبآرہی ہیں اور جبکہ تندرستوں اور حاضروں نے خڈا تعالی کے لئے روزے رکھے۔اور تکلیف اٹھائی ہے۔میں نصیحت کرتا ہوں کہ اس تکلیف کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایسا طریق اختیار کرو جس سے وہ فائدہ حاصل ہوا کرتا ہے اور وہ طریقوہی ہیں جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے یعنی یہ ہے کہ باہمی لڑائی اور جھگڑے چھوڑ

دو تو لیلۃ لاقدر تمہیں یاد آجائے گی ورنہ بھلا دء جائے گی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بھولنا بھی دو قسم کا ہو تا ہے جب افراد کی باہم لڑائی ہو تو وہ محروم رہ جاتے ہیں باقی قوم کو وہ گھڑی مل جاتی ہے مگر آخری عشرہ میں تلاش کرنے سے لیکن اگر قوم کی باہم لڑائی ہو تو ساری ق وم محروم رہ جائے گی اور تلاش کرنے سے بھی وہ حاصل نہیں ہو گی بلکہ جب وقت آئے گا لوگ سوتے ہی رہ جائیں گے اس لئے لڑائیاں اور جھگڑے چھوڑ دو اور خدا تعالی کے دین کے لئے متحد ہو جائو ہاں یہ اتھاد منافق اور مخالف سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے لئے تو خدا تعالی کی طرف سے ذلّت مقدر ہو چکی ہے وہ تو جب تک اذّلہ گروہ میں شامل ہو کر خود معافی نہ مانگے اس وقت تک کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد میں نے جو دوسری بات کہی تھی جب تک ایک ایسا شخص بقائے ادا نہ کرے تحریک جدید اسے کوئی نفع نہیں دے سکتی۔اس کی طرف پھر توجہ دلاتا ہوں دراصل جو شخص اپنے پہلے حقوق ادا نہ کرتے ہوئے مزید وعدے کرتا ہے وہ خدا تعالی کے غضب کو اپنے اوپر بھڑکاتا ہے اور دنیا کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہوا خدا کو ناراض کر لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کو کیا معلوم ہے کہ میں نے اپنا پچھلا وعدہ پورا نہیں کیا۔لوگ تو خوش ہو جائیں گے کہ فلاں نے اتنا وعدہ کیا ہے مگر اللہ تعالی تو اس دھوکہ بازی کو خوب جانتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ اس شخص نے پہلے بھی دھوکہ کیا تھا اور اب پھر کرتا ہے اس لئے دوستوں کو چاہیئے کہ اپنے فرضی چندوں کے بقایوں کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ کریں اور اگر ادا نہیں کر سکے تو دل میں ان کو ادا کرنے کا پختہ اقرار تو کر لیں اور کوئی ایسا طریق مقرر لیں جس سے ادا کر سکیں مثلاً کوئی قسط مقرر کر لیں اور اس کے بعد تحریک جدید کی طرف توجہ کریں ورنہ تحریک جدید کا وعدہ ان کی ترقی کا نہیں بلکہ خدا تعالی کی ناراضگی کا موجب ہو گا اگر دوست یہ دونوں باتیں کریں یعنے مومن اور مخلص لوگ دلوں سے بغض نکال کر باہم محبت پیدا کریں اور بقائے ادا کریں اور پھر تحریک جدید میں حصہ لے سکیں تو لیں بلکہ اگر توفیق ہو تو تحریک جدید میں حصہ لینا ضروری سمجھیں۔تو پھر ترقیات کے دروازے ان پر کھل سکتے ہیں۔تحریک جدید میں حصہ لینا اگرچہ میں نے اختیاری رکھا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اس میں حصہ لینے سے کوتاہی کی جا سکتی ہے یہ تحریک اختیاری تو میں نے اس لئے رکھی ہے کہ انسان کو زیادہ ثواب انہی تحریکوں میں حصیہ لینے سے ہو تا ہے جو خود اختیاری ہوں حکم کو تو منافق بھی مان لیتا ہے ماہواری چندوں میں تو منافق بھیشامل ہوتے ہیں بلکہ ضرور ہوتے ہیں کیونکہ بمصداق چور کی داڑھی میں تنکا وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم نے سستی کی تو ہمارا پول کھل جائے گا کمزور

مخلص تو بعض دفعہ کوتاہی کر جائے گا مگر منافق نہیں کرے گا وہ ضرور کوشش کرے گا کہ یہ کلنک کا ٹیکا اسے نہ لگے ورنہ وہ بالکل ننگا ہو جائے گا مگر خود اختیاری تحریکوں میں آکر اس کا بھید کھل جاتا ہے۔کیونکہ وہ سمجھتا ہے ان میں حصہ لینا ضروری تو نہیں ہے پس اس میں مخلص کے اخلاص کے اظہار کا زیادہ موقعہ ہو تا ہے۔

ایک باتاور بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جو شخص ہر نیکی اس لئے کرتا ہے کہ اسے جنت ملے گی وہ اعلیٰ درجہ کا مومن نہیں ہے مومن تو وہ ضرور ہے اور رسول کریم ﷺ کی شہادت ہے کہ وہ مومن ہے چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور دریافت کیا۔کیاآپ کو خدا نے کہا ہے کہ پانچ نمازیں پڑھی جائیں آپ نے فرمایا ہاں پھر اس نے کہا کہ کیاخڈا تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ تیس روزے رکھے جائیں آپ نے فرمایا ہاں۔پھر اس نے کہا کیا آپکو خدا تعالیٰ نیحکم دیا ہے کہ جسے توفیق ہو وہ کم سے کم ایک دفعہ حج ضرقور کرے آپ نے فرمایا ہاں۔اسی طرح غالباً زکوۃ کے متعلق بھی اس نے پوچھا اور ساتھ ساتھ قسم بھی دیتا جاتا تھا آخر سب کچھ سن کر اس نے کہاکہ خدا کی قسم یہ میں ضرور کروں گا مگر اس سے زیادہ نہیں۔اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے اپنی قسم کو پورا کیا تو جنت میں جائے گا تو وہ مومن تو تھا مگر بے وقوف مومن تھا ابو بکرؓ نے کبھی ایسا سوال نہیں کیا عمرؓ نے کبھی ایسا سوال نہیں کیا اسی طرح عثمانؓ۔علیؓ۔طلحہؓ۔اور زبیرؓ نے کبھی ایسے سوالات نہیں کئے۔اکابر انصار نے کبھی ایسے سوال نہیں کئے۔ان کی تو یہ حالت تھی غریب صحابہ کا ایک گروہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ جو حکم دیتے ہیں وہ امراء بھی بجا لاتے ہیں اور ہم بھی۔نمازیں وہ بھی پڑھتیہیں اور ہم بھی۔روزے وہ بھی رکھتے ہیں اور ہم بھی۔حج بھی دونوں کرتے ہیں مگر وہ زکوۃ دیتے ہیں اور ہمارے پاس روپیہ نہیں۔اس لئے یہ ہم سے درجہ بڑھ جاتے ہیں کوئی ایسی تدبیر بتایئے کہ یہ ہم سے نیکی میں نہ بڑھ سکیں آپ نے فرمایا کہ تم ہر نماز کے بعد۳۳ دفعہ سبحان اللہ۔۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔اللہ تعالیٰ دوسروں سے پہلے تمہیں جنت میں لے جائے گا یہ سنکر سب غرباء نے یہپڑھنا شروع کر دیا یہ نہیں کہا کہ ہم صرف فرائض ہی ادا کریں گے لیکن اس زمانہ کے امراء بھی نیکیوں میں ترقی کرنے کے لئے ہمیشہ ٹوہ میں رہتے تھے ان کو جب علم ہوا تو انہوں نے بھی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا اس پر غرباء آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔یا رسول اللہ۔ان کو

روکئے یہ بھی وہ وظیفہ پڑھنے لگے ہیں اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی خوشنودی کے لئے کوئی کام کرتا ہے میں اسے کیسے روک سکتا ہوں۔

پس یہ حقیقی اور عقلمند مومن تھے وہ شخص بھی مومن تھا اور عقلمند مومن تھا۔جو ا ٓںحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر بے وقوف مومن تھا اس نے سمجھا کہ مجھے چھوٹی سی چھوٹی رحمت بھی مل جائے تو کافی ہے مگر عقلمند مومن کہتا ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ کیوں نہ لوں۔

پس نوافل اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں یعنی وہ عبادت جو انسان کی مرضی پر چھوڑ دی گئی ہو۔نوافل ادا کرتے کرتے انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ خدا تعالی اس کے ہاتھ بن جاتا ہے جن سے ہو پکڑتا ہے پائوں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔آنکھیں بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے غرضکہ وہ دنیا میں خدا تعالی کا ظہور اور بروزبن جاتا ہے جس طرح بانسری میں سے بجانے والے انسان کی آواز نکلتی ہے اسی طرح خدا تعالی اس کے ذریعہ بولتا اور دیکھتا ہے جس اس کی نگاہ کسی چیز کو برا دیکھتی ہے تو خدا تعالی بھی اسے براہی کر دیتا ہے ایسے ہی لوگوں میں سے ایک شخص ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے سامنے کھڑا تھا۔وہ بالکل کنگال تھا اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور بال پریشان تھے اس کی پھوپھی پر ایک مقدمہ تھا جس کی حرکت سے اتفاقاً کسی کا دانت ٹوٹ گیا تھا غریب صحابی دوسرے فریق کی منتیں کر رہا تھا کہ میری پھوپھی نے شرارتاً ایسا نہیں کیا اتفاقاً ایسا ہوا ہے مگر دوسرا فریق مصر تھا کہ نہیں ضرور اس کی پھو پھی کا دانت توڑا جائے گا۔رسول کریم ﷺ بھی سمجھتے تھے کہ شرارتاً ایسا نہیں ہوا اس لئے آپ نے بھی سفارش کی مگر دوسرے فریق نے کہا کہ نہیں ہمارا حق ہے جو ہم ضرار لیں گے جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی سفارش کو بھی رد کر دیا تو اس صحابی کو جوش آگیا اور اس نے کہا۔خدا کی قسم میری پھوپھی کا دانت نہیں توڑا جائے گا وہ غریب آدمی تھا اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں لڑونگا اور تمہیں ایسا کرنے سے باز رکھوں گا بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں خدا تعالی سے اپیل کرونگا۔جب اس یہ نے قسم کھائی تو دوسرے فریق کے دل ڈر گئے اور وہی لوگ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی سفارش بھی نہ مانی تھی خود بخود کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم نے معاف کر دیا رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کا بعض بندہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں کپڑے پھٹے ہوتے ہیں اور جسم پر مٹی پڑی ہوتی ہے مگر جب وہ خدا تعالی

کے نان پر قسم کھا لیتا ہے تو خدا تعالی اسے ضرور پورا کر دیتا ہے یہی مطلب ہے کا اک۔کہ خدا تعالی نوافل کے ذریعہ بندہ کی زبان بن جاتا ہے آنکھیں بن جاتا ہے۔ہاتھ۔پائوں بن جاتا ہے یعنی اخلاص کے ساتھ وہ جس طرف لگ جاتا ہے خدا تعالی کے سب فرشتے اسی طرف لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہی ہو جو یہ چاہتا ہے اور یہ مقام نوافل کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے۔پس مین نے چاہا کہ تمہارے لئے ایسا موقعہ بہم پہنچائوں اور ایسی قربانیاںمقرر کروں جو تمہاری مرضی پر موقوف ہوں تا جو لوگ اپنی مرضی سے قربانیاں کریں۔خدا تعالی ان کے ہاتھ پائوں کان آنکھیں اور زبان بن جائے چنانچہ اس شورے پر صدر انجمن کی مالی مشکلات کے دور کرنے کے لئے بھی میں نے اسی طرح نفلی چندے اور قرضے ہی مقرر کئے ہیں اب تمہارا اختیار ہے کہ ان جانی و مالی قربانیوں کو اختیار کر کے قرب الہی حاصل کرو یہاں تک کہ خدا تعالی کے ظہور اور بروز بن جائو۔

مگر میں اس موقعہ پر ایک اور بات سے بھی ہو شیار کر دینا چاہتا ہوں بعض لوگ نا دانی سے قربانی کے بعد اس امید میں رہتے ہیں کہ ادھر وہ قربانی کریں اور ادھر ان کو دولت مل جانی چاہیئے وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ دولت وہ ہے جو خدا تعالے دے۔نہ کہ وہ جو خود بخود تجویز کریں ایسے لوگوں کے حال پر مجھے ہمشہ ایک لطیفہ یاد آتا ہے۔کہتے ہیں کہ کوئی میراثی اسی طرح خدا تعالی کے ساتھ سودا کرنے کا شائق تھا جب کبھی کوئی اسے نماز کے لئے کہتا وہ یہی جواب دیتا کہ کیا ملے گا۔ایک دفعہ ایک مولوی نے اسے وعظ کیا کہ نماز پڑھا کرو۔تو اس نے یہی سوال کر دیا کہ کیا ملے گا ۔مولوی صاحب نے اسے روحانیت کی طرف مائل کرنے کے لئے کہا کہ نور ملے گا۔اس پر وہ نماز کے لئے تیار ہو گیا ۔مولوی صاحب نے اسے موٹے موٹے مسائل سمجھا دئے اور تیمم کا مسئلہ بھی بتا دیا۔فجر کی نماز کے وقت اس نے بیوی سے کہا کہ اٹھا تو جاتا نہیں تیمم کر کے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لیتا ہوں نماز پڑھ کر کچھ دیر کے لئے وہ سو گیا جب صبح اٹھا تو اسی قسم کے جلدبازوں کی طرح فوری انعام کا امیدوار ہوا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ بیوی ذرا اٹھ کر دیکھو ۔تو میرے چہرے پر کوئی نور ہے یا نہیں۔بیوی نے دیکھا تو کہنے لگی کہ کچھ ہے تو سہی۔اس نے پوچھا کہ نور کیسا ہو تا ہے اس نے کہا کہ کچھ کالا کالا معلوم ہو تا ہے بات یہ تھی کہ اسنے اندھیرے میں تیمم کرنے کے لئے توّی پر ہی ہاتھ مار دیا تھا اور اس کی سیاہی چہرے پر لگی ہوئی تھی جب اس نے بیوی کا جواب سنا تو اپنے ہاتھ دیکھے اور انہیں بالکل سیاہ پایا کیونکہ توے کی سیاہی پہلے انہی کو لگی تھی۔انہیں دیکھ کر بیوی سے کہنے لگا کہ اگر نور کالا ہو تا ہے تو اس میں کوئی

شک نہیں کہپھر وہ گھٹا باندھ کر آیا ہے تو ایسے نادان لوگ ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہتے ہیں اور دنیوی نعمتوں کا نام فضل رکھتے ہیں حالانکہ اصل نعمت وہ ہے جو موت کے بعد ملتی ہے۔اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم دنیا مین بھی اپنے بندوں کو ذلیل نہیں رکھتے اور جب چاہتے ہیں بادشاہت بھی دے دیتے ہیں مگر بادشاہت قومی ہوتی ہے انفرادی نہیں مسلمانوں کو جب بادشاہت ملی۔تو سارے ہی تو عمرؓ اور عثمانؓ نہیں بن گئے تھے۔غریب مسلمان اس وقت بھی موجود تھے اگر نہیں تھے تو زکوۃ کسے ملتی تھی اور صدقات کن کو دئے جاتے تھے تو دنیوی اموال کا وعدہ قومی طور پر ہو تا ہے انفرادی وعدے ایسے ہو تے ہیں کہ مثلاً رمضان کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز کے لئے انعام ہو تے ہیں مگر روزے کا انعام میں خود ہوں۔اب کوئی بد بخت روزے رکھ کر اگر یہ سمجھے کہ میری تنخواہ پانچ سے چھ روپیہ ماہوار ہو جانی چاہیئے تو وہ کتنا نا دان ہو گا۔خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں خود اسے مل جاتا ہوں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں مجھے آپ کی ضرورت نہیں۔آپ اپنے گھر میں رہیں۔اور مجھے صرف ایک روپیہ ماہوار مل جائے۔اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کہتے ہیں کہ کوئی ڈپٹی کمشنر کہیں سفر پر جا رہا تھا۔اس سے کسی فقیر نے سوال کیا اورع اس نے اسے دو چار آنے دے دئے۔فقیر لوگوں کو چونکہ پولیس کے سپاہیوں سے ہی واسطہ زیادہ تر پڑتا ہے۔وہ ایک جگہ بھیک مانگتے تو پولیس والے وہاں سے اٹھا کر دوسری طرف بھیجدیتے ہیں وہاں جاتے ہیں تو اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ پولیس کے افسر سے بڑے ہوتے ہیں۔اسی اثر کے ماتحت اس نے خوش ہو کر اس ڈپٹی کو دعا دی کہ

رب تینوں ٹھانے دار کرے

یعنی خدا تعالیٰ تجھ کو ٹھانے دار بنائے جو الفاظ اس محسن کے حق مین بد دعا تھے۔دعا نہ تھے تو اب بے وقوفوں کی مثال بھی ایسی ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ روزے کے بدلہ میں میں خود مل جاتا ہوں مگر وہ کہتے ہیں نہ حضور ایک روپیہ مہینہ ہی ہمیں دے دیں اگر اللہ تعالیٰ روپیہ بھی دیتا ہے تو دے۔اس کے فضلوں کو کون روک سکتا ہے مگر دنیوی وعدے جماعتی ہو تے ہیں انفرادی نہیں۔یہ قرآن کریم میں کہیں نہیں کہ ہم تمہیں دولت دیں گے۔یہ ہے کہ ہم تمہاری قوم کو بادشاہت دیں گے۔تم اگر تحریک جدید پر عمل شروع کر دو تو آج کل یا پرسوں نہیں جب خدا تعالیٰ کی مرضی ہو گی تمہاری قوم کو ضرور بادشاہت مل جائے گی دیکھو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے تین سو سال کے بعد ایک محدود بادساہت دی تھی مگر آنحضرت ﷺ کو پندرہ بیس سال میں ہی ایک وسیع بادساہت

عطا فرمادی۔پس اللہ تعالیٰ نے بحیثیت قوم تم کو بھی یقیناً بادساہت دے گا لیکن اس کے وقت کا علم خدا تعالیٰ کو ہی ہے ہاں ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ پہلے مسیح کی قوم کو جس سرعت سے ترقی ملی تھی اس سے بہت زیادہ سرعت سے ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اور پھر جو ہم سے وعدے ہیں وہ پہلے مسیح سے بہت زیادہ ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین سو سال کے اندر جماعت احمدیہ سب دنیا پر غالب آجائے گی اور اس کے مخالف صرف چوہڑے اور چماروں کی طرح کمزور اور قلیل التعداد ہو جائیں گے مگر یہ بادساہت قومی ہو گی لیکن خدا تعالیٰ کا قرب ہر شخص حاصل کر سکتا ہے دنیا چھوٹی ہے اس لئے ہر ایک کو نہیں مل سکتی۔مگر خدا بڑا ہے اس لئے ہر شخص اسے پا سکتا ہے کیا تم جو اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہو پانی کے ایک گلاس سے سیر ہو سکتے ہو ہر گز نہیں لیکن دریائے اٹک سے سب اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔اور خدا تعالیٰ کی وسعت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔

پس دنیا ایک متاع قلیل ہے اور ٹنڈ یا کوزے کا پانی ہے اسے اگر تقسیم کرو گے تو کسی کا بھی پیٹ نہیں بھریگا پس جو وعدہ ہر شخص سے ہے وہ دنیا کا نہیں۔وہ روحانی وعدہ ہے دنیوی وعدہ صرف قومی وعدہ ہے پس جو اس لئے قربانی کرتا ہے کہ اسے دولت مل جائے۔وہ نادان ہے اور اعلےٰ کو چھوڑ کر ادنےٰ کی طرف مائل ہو تا ہے۔پس اس نکتہ کو سمجھ کر قربانی کرو تا کوئی ٹھوکر نہ لگے اور اس میراثی کی مثال نہ بن جائو۔ٹھوکریں ہمیشہ ایسے ہی خیالات سے لگتی ہیں ؑکہ مجھے فکلاں خطاب نہیں ملا۔میرے لڑکے کو فلاں عہدہ نہیں ملا۔یہ رشتہ نہیں ہوا۔فلاں شخص سے ہمارا جھگڑا تھا وہ ہمارے حق میں فیصلہ نہیں ہوا لیکن جس شخص کی نیت ہی خدا کو ملنے کی ہو اسے ابتلاء کس طرح آسکتا ہے اس کے پاس تو جب کوئی منافق جا کر کہے کہ تمہیں دنیوی دولت نہیں ملی۔تو وہ کہتا ہے کہ میں نے مانگی ہی کب تھی جس اسے کہا جائے کہ تمہارے ساتھ فلاں رعایت نہیں کی گئی تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کی خواہش ہی کب کی تھی مجھے تو صرف خدا سے ملنے کی خواہش تھی اور وہ مجھے ملا ہوا ہے ایسے شخص کو ابتلاء نہیں آسکتا ابتلاء ہمیشہ اسے ہی آتا ہے جو بظاہر تو خدا خدا پکارتا ہے مگر اس کے دل سے دنیا دنیا کی صدائیں نکل رہی ہوتی ہیں۔پس اگر تم خدا کے ہو جائو اور اسے اپنا مقصود قرار دے کر قربانیاں کرو تو ساری دنیا مل کر بھی تمہارے لئے ٹھوکر کا سامان پیدا نہیں کر سکتی اور رتم اس چیز کے مستحق ہو سکتے ہو جس کے مقابل میں کوئی اور چیز نہیں رکھی جا سکتی۔

رسول کریم ﷺ نے جب مکہ ؔفتح کیا تو مکہ ؔکے لوگ آپ کے پاس آئے جن کی نگاہیں بوجہ ایمان سے پوری طرح روشناس نہ ہونے کے ابھی دنیا ہی کی طرف تھیں اس کے بعد کی ایک جنگ میں کچھ اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے۔آنحضرت ﷺ نے وہ اموال ان لوگوں میں تقسیم کر دئے۔ایک انصاری نوجوان نے کسی مجلس مین کہا کہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے اور رسول کریم ﷺ نے اموال اپنے رشتہ داروں کو دے دیئے ہیں آپ کو اس کا علم ۹ہوا تو اکابر انصار کو بلایا اور دریافت کیا کہ مجھے ایسی بات پہونچی ہے۔انصار رو پڑے اور کہا کہ کسی نادان نے کی ہے آپ نے فرمیا ا کہ نہیں اسے انصار تم کہسکتے ہو کہ ہم نے محمد ﷺ کو اس وقت جگہ دی جب اسے کوئی جگہ نہ دیتا تھا اور اس کے شہر والوں نے اسے نکال دیا تھا پگر اس کے لئے عزت اور فتح مندی حاصل کی تو اس نے اموال اپنے رشتہ داروں کو بانٹ دئے اس پر انصار کی چیخیں نکل گئیں اور انہوں نے پھر کہا کہ یا رسول اللہ ہم ایسا نہیں کہتے۔پھر آپ نے فرمایا کہ تم کسی بات کو اور طرح بھی کہہ سکتے ہو اور وہ اس طرح کی جس شخص کو خدا نے تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا وہ مکہ کی چیز تھی مگر خدا اسے مدینہ تمیں لے گیا اور پھر خدا نے اپنے زور اور طاقت سے مکہ ؔکو اس کے لئے فتح کیا اس وقت مکہ ؔوالوں کا خیال تھا کہ ان کی چیزص انہیں ملجائے گی مگر مکہ ؔوالے بھیڑ اور بکریوں کو لئے گئے اور مدینہ والے خدا کے رساول کو لئے کر اپنے شہر کی طرف چلے گئے پھر آپ نے فرمایا۔بے شک یہ بات ایک نادان کے مونہہ سے نکلی ہے مگر اس کی وجہ سے اب تمہیں اس دنیا کی حکومت نہیں مل سکتی اب تمہاری خدمات کا بدلہ تمہیں حوض کوثر پر ہی ملے گا دیکھ لو۔تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں اور چودھویں صدی گزر رہی ہے۔اس عرصہ میں ہر قوم ہی اسلام کی بدولت بادشاہ بنی ہے مگر کوئی انصار ی بادشاہ نہیں ہو گا سو بعض اوقات ایک شخص کا قول ساری قوم کے لئے نقصان کا موجب ہو سکتا ہے۔

پس وہ جو قربانی اس لئے کرتے ہیں کہ کوئی عہدہ ملے۔یا دولت ملے۔وہ ہر گز میری آواز پر لبیکؔ نہیں کہیں۔ایسے لوگ میرے مخاطب نہیں ہیں۔میرے مخاطب وہ ہیں جو میرے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے قربانی کرتے ہیں۔جو میرے لئے قربانی نہیں کرتے۔وہ ہر گز ایسا نہیں کرے کیونکہ میں تو خود کمزور اور بیمار ہوں کسی کا احسان نہیں اٹھا سکتا میرے نا تواں کندھے اس بوجھ کی برداشت نہیں کر سکتے۔پس میں اپنے لئے مانگتا نہ ہی اس کی مجھے عادت اور ہمت ہے جو خدا کے لئے دیتا ہے وہ دے اور اس کا بدلہ خود خدا ہو گا۔خدا پر ہی اسے توکل رکھنا چاہیئے اگر وہ چاہے تو اسے دنیا بھی

دے دے اور چاہے تو انعام آخرت پر ملتوی رکھے بہر حال جو اخلاص سے قربانی کرتا ہے اس کی قربانی ضائع نہیں جاتی۔زمین مٹ سکتی ہے آسمان مٹایا جا سکتا ہے مگر خدا کے بندہ کا خدا کے لئے ڈالا ہوا دانہ کبھی ضائع نہیں جا سکتا وہ ضرور نکلتا ہے خواہ اس دنیا میں نکلے اور خواہ آخرت میں۔مومن کی قربانی کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا'پس میرے مخاطب وہی ہیں جو خدا کے لئے قربانی کرتے ہیں نہ کہ میرے لئے۔اور قربانی کرتے وقت خدا کو مد نظر رکھتے ہیں نہ کہ دنیا کو۔ان کو بشارت ہو کہ ہر شخص اپنی قربانی اور ایثار کے مطابق بدلہ لیگا خدا تعالیٰ کسی کا قرض نہیں رہنے دیتا وہ ضرور اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی روحانی رنگ میں بھی اور عرفانی رنگ میں بھی۔تقوے کے رنگ میں بھی اور قوت عمل کے رنگ میں بھی ضرور بدلہ دے گا۔یہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کسے کس رنگ مین بدلہ دینا مفید ہو سکتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بعض لوگوں کے علم اور بعض کے لئے مال اور بعض کے لئے اطمنان قلب ٹھوکر کا موجب ہو جاتا ہے پس وہ کیوں اپنے بندے کو ٹھوکر دے۔نادان سمجھتا ہے کہ اگر اسے ایک خاص صورت میں انعام نہیں ملا تو اسے کچھ نہیں ملا حالانکہ اس کے لئے اس صورت میں انعام کا نہ ملنا ہی انعام کا ملنا ہو تا ہے۔

(الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ئ)

رمضان کی دو راتوں میں تمام احمدی متحدّہ طور پر صرف دو دعائیں مانگیں

فرمودہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۶ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے مکان دینے اور اپنی خدمات پیش کرنے کی تحریک

آج مجھے ناظم صاحب جلسہ سالانہ کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ دوست جلسہ سالانہ کی خدمات کے لئے بھی اپنے آپ کو کم و پیش کر رہے ہیں۔اور مکان بھی کم دے رہے ہیں۔جلسہ اب ایک اتنی پرانی چیز ہو گیا ہے اور اس کے متعلقہ خدمات اور قربانیاں اتنے سالوں سے چلی آتی ہیں کہ ایمان کا سوال اگر نہ رکھا جائے تو عادت کے باعث بھی اس کے

لئے کسی کو یاد کرانے کی ضرورت نہیں رہتی۔لوگ حقہّ پیتے ہیں افیون کھاتے ہیں چرس پیتے ہیں۔چانڈو اڑاتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد اس کی انہیں ایسی عادت ہو جاتی ہے کہ چاہے لوگ انہیں روکیں دوست انہیں منع کریں۔چاہے ڈاکٹر انہیں ڈرائیں۔پھر بھی آپ ہی آپ ان کا ہاتھ اس چیز کی طرف بڑھ جاتا ہے جب چند روزہ استعمال کے نتیجہ میں وہ افیون کا وقت خالی جانے نہیں دیتے۔نہ گاجے کا وقت خالی جانے دیتے ہیں۔نہ حقیّ کا وقت خالی جانے دیتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا نیکی ہی ایسی کمزور چیز ہے کہ اس کی عادت نہیں پڑسکتی۔مین تو سمجھتا ہوں۔اخلاص اور ایمان کے علاوہ عادت کے باعث ہی جو نہی دسمبر آجائے دوستوں کے دلوں مین بے چینی پیدا ہونے شروع ہو جانے چاہیئے کہ چالیس سالہ پرانی عادت کے مطابق اب ان کے لئے اپنے مکان کالی کرنے اور اپنی خدمات جلسہ سالانہ کے لئے پیش کرنے کا وقت آگیا ہے مگر وہ عادت پوری کیوں نہیں ہوتی جس طرح ایک نشئی کو اباسیاں آنے کیوں لگتی ہیں اسی طرح چاہیئے کہ ہمارے دوستوں کو بھی جلسہ سالانہ کے قرب کے ایام میں اباسیاں آنے لگیں۔پس میرے لئے یہ بات ماننی ذرا مشکل ہے کہ دوست اپنے مکان خالی نہیں کرتے یا مہمانوں کے لئے اپنی خدمات پیش نہیں کرتے۔اس لئے میں سمجھتا ہوں شائد وہی بات ہے کہ افیونی اپنی ڈبیہ بھول جاتا ہے اور مکان لینے والے اچھی طرح تمام لوگوں کے پاس نہیں پہونچے۔وگرنہ ایمان کے ماتحت تو اس قسم کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ کامل ایمان تو بڑی چیز ہے ایک منافق کے ایامن کے متعلق ہی آتا ہے کہ اس نے رسول کریم ﷺ سے ایک دفعہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے مین بڑا دولت مند بن جائوں کیونکہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں خوب صدقے دیا کروں رسول کریم ﷺ نے اس کے لئے دعا کی اور وہ بڑا دولت مند ہو گیا ہزاروں امنٹ اور ہزاروں بکریوں اس کے پاس جمع ہو گئیں۔اور یہی اس زمانہ کی دولت تھی اب جو اس پر زکوۃ فرض ہوئی تو رسول کریم ﷺ کا مقرر کردہ آدمی اس کے پاس زکوۃ لینے گیا چونکہ ایامن اس کے دل مین نہیں تھا صرف اس کا نفس اسے یہ دھوکا دے رہا تھا کہ اگر مجھے دولت حاصل ہو جائے تو میں صدقے دیا کروں اس لئے جب ایک آدمی زکوۃ لینے اس کے پاس پہونچا تو وہ کہنے لگا معلوم نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ہر وقت انہیں چندوں کی پڑی رہتی ہے کبھی کہتے ہیں صدقہ دو۔کبھی کہتے ہیں اتنی زکوۃ دو۔کبھی کہتے ہیں اتنا چندہ دو ہمارا اپنا گزارہ ہی مشکل سے چلتا ہے اونٹوں اور گھوڑوں کو دانہ ڈالنا پڑتا ہے نوکروں کو مزدوری دینی پڑتی ہے اور بہت سے اخراجات ہیں جو پوری ہونے میں نہیں آتے لیکن انہیں ہر وقت چندوں کی فکر رہتی ہے اور کہتے ہیں کہ لائو چندہ اب تم پر زکوۃ فرض ہو گئی ہے۔اب فلاں مقصد کے لئے روپیہ چاہیئے وہ شخص یہ باتیں سن کر واپس آگیا اور اس نے

رسول کریم ﷺ سے آکر کہہ دیا کہ وہ کہتا ہے ہم کہاں سے دیں ہر وقت چندہ چندہ پکاراہ جاتا ہے آپ نے فرمایا بہت اچھا آئندہ اس سے کوئی زکوۃ اور صدقہ قبول نہ کیا جائے چونکہ اس شخص کا دل کلی طور پر نہیں مرا ہو ا تھا اس لئے جب اسے معلوم ہوا کہ بجائے اس کے رسول کریم ﷺ بطور سزا اس سے ڈیوڑھا یا دوگناہ چندہ وصول کرتے آپ نے یہ حکم دے دیا کہ آئندہ اس شخص سے کوئی صدقہ قبول نہ کیا جائے اس پر اس کے دل نے محسوسکیا کہ در حقیقت میرا دنیا لینا تھا اور میں نے غلطی کی جو اس قسم کا جواب اسے دیا چنانچہ اگلے سال وہ بہت سی زکوۃ اکٹھی کر کے رسول کریم ﷺ کی خدمات میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں یہ صدقہ لایا ہوں آپ نے فرمایا نہیں اب تم سے یہ مال قبول نہیں کیا جا سکتا۔چنانچہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اس سے زکوۃ قبول نہ کی گئی آپؐ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں جب اہل عرب نے ارتداد اختیار کیا زکوۃ کی وصولی کے متعلق لڑائیاں ہوئیں اور پھر دابارہ اہل عرباسلام میں داخل ہوئے تو اس شخص نے سمجھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ میری زکوۃ بھی قبول ہو چنانچہ وہ پھر اپنے اونٹوں اور بھیڑوں اور بکریوں کا بہت سا گلہ جو گذشتہ اور موجودہ زکوۃ پر مشتمل تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر انہوں نے فرمایا جس چیز کو خدا کے رسول نے قبول نہیں فرمایا ابو بکر بھی اسے قبول نہیں کر سکتا۔حدیثوں میں آتا ہے کہ ہر سال وہ زکوۃ دینے کے لئے آتا بڑاگلہ لاتا کہ میدان اس سے بھر جاتا مگر خلفاء اس کا مال لینے سے انکار کر دیتے اور وہ روتا ہوا گھر چلا جاتا یہ شخص کامل مومن نہیں تھا کیونکہ اگر کامل مومن ہو تو رسول کریم ﷺ کے پیغامبر کو وہ کیوں یہ جواب دیتا کہ ان کو ہر وقت چندوں کی ہی پڑی رہتی ہے مگر اس کے دل میں جو تھوڑا بہت ایمان تھا اس کے باعث وہ ہر سال آتا تھا کہتا تھا کہ میری زکوۃ قبول کی جائے پس میں تو یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ منتظمین جلسہ سالانہ میں سے کوئی شخص ہماری جماعت کے مخلص لوگوں کے ہپاس گیا ہو اور سچ مچ حقیقت بیان کی ہو اور انہوں نے کہہ دیا ہو کہ ہم مکاندینے کے لئے تیار نہیں میں تو سمجھتا ہوں شائد مکانوں والے منتظمین کے پیچھے پھر رہے ہوں گے کہ ہمارے مکان لیتے کیوں نہیں۔

پس میں نے تو منتظمین کو ہی ملامت کرونگا اور کہوں گا کہ ان کے کام میں کچھ نقص ہے اور انہوں نے صحیح طور پر کوشش نہیں‌کی ورنہ ہر مکان میں ہر سال کچھ نہ کچھ مہمان ٹھیرتے۔اور ہر سال لوگ مکان دیتے اور ہر سال اپنی خدمات بھی پیش کرتے ہیں اور اب تو نیشنل لیگ کور بھی قائم ہو چکی ہے جس کے والنٹیروں نے حلفیں اٹھائی ہوئی

ہیں کہ وہ سلسلہ کی خدمت کریں گے آخر یہ حلف انہوں نے لکھن لگا لگا کر چاٹنی تو نہیں اس کی کوئی نہ کوئی غرض ہونے چاہیئے اور وہ غرض یہی ہے کہوہ سللہ کی خدمت کریں۔

غرض میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی شخص میں کوئی کمزوری ہے تو میرا اتنا کہنا ہی اس کے لئے کافی ہے اور اگر افسروں نے کمزوری دکھائی ہے تو انہیں چستی سے کام کرنا چاہیئے اور یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ کام آخر ہو جائے گا میں نے متواتر جماعت کے دوستوں کو توجہ دلائی ہے کہ بہت سا کام طوعی طور پر لوگوں سے لینا چاہیئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس طریق کو اختیار فرمایا تھا اور آج ہی کے الفضل میں وہ حوالہ چھپا ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی تحریر فرمایا ہے کہ میں معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ مقرر نہیں کر سکتا تا کہ تمہاری خدمتیں کہنے کی مجبوری کی وجہ سے نہ ہوں بلکہ اپنی خوشی سے ہوں تو کارکنوں کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ طوعی طور پر کام کرنے کا موقعہ دیا کریں اور تحریص اور ترغیب سے کوم لیا کریں مومن در حققت زیادہ ترغیب کا منتظر نہیں ہو تا بلکہ اس کے لئے صرف اشارہ ہی کافی ہو تا ہے بلکہ اور اس اشارہ کو سمجھ کر ایسے جوش سے کام کرتا ہے کہ بعض لوگوں کو دیوانگی کا شبہ ہونے لگتا ہے اسی لئے جتنے کامل مومن دنیا میں ہوئے انہیں لوگوں نے پاگل کہا ہے۔اللہ تعالی مغفرت کرے میرے استاد ہوا کرتے تھے مولوی یار محمد صاحب ان کا نام تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابی تھے ان کے دماغ میں کچھ نقص ہو گیا تھا مگر یہ نقص ان کا اس رنگ میں تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا محبوب اور اپنے آپ کو عاشق سمجھتے تھے اسی عشق کی وجہ سے وہ خیال کرنے لگے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پسر موعد اور مصلح موعود بنا دیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کئی عادت تھی کہ بات کرتے کرتے بعض دفعہ جوش میں اپنی رانوں کی طرف یوں ہاتھ کو لاتے جس طرح کسی کو بلایا جاتا ہے ایک دفگعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی رنگ میں جوش سے کچھ کلمات فرما رہے تھے کہ مولوی یار محمد صاحب کود کر حصرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جا بیٹھے بعد میں کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا۔تو وہ کہنے لگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں اشارہ کیا تھا اور یہ اشارہ میری طرف تھا کہ تم آگے آجایئو چنانچہ میں کود کر آگے آگیا۔

یہ دیوانگی تھی مگر بعض رنگ کی دیوانگی بغض کی طرف نہیں گئی بلکہ محبت کی طرف گئی پس محبت کا دیوانہ غیر اشارہ کو بھی اپنے لئے اشارہ سمجھ لیتا ہے پھر جو قدم خدا تعالی کی محبت کا دعاوے کرنے والی ہو وہ صحیح اشارہ کیوں نہیں سمجھ

سکتی کیا ہماری جماعت کے دیوانوں کی وہ محبت وہ وہ سلسلہ سے رکھتے ہیں مولوی یار محمد صاحب جتنی بھی نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رانوں پر آہستگی سے ہاتھ مارا اور انہوں نے سمجھا کہ مجھے بلا رہے ہیں۔

یاد رکھوّ ہر چیز کی زکوۃ ہوا کرتی ہے انسان کے جسم کی بھی زکوۃ ہے انسان کے مکان کی بھی زکوۃ ہے۔اور زکوۃ کے بغیر کوئی چیز پاک نہیں ہو سکتی اور زکوہ کی ایک دفعہ ادائیگی خدا تعالی نے مقرر نہیں فرمائی بلکہ ہر سال ادا کرنے کا حکم ہے حتے کہ قرتآن کریم نے یہ زکوۃ بھی مقرر کر دی کہ جب کوئی تمہارا پھل تیار ہو یا غلہّ تیار ہو تو اس میں سے اسی دن جس دن غلہّ کاٹو یا پھل اتارو کچھ خدا کے بندوں کے لئے بھی الگ کر لو۔تو شریعت نے ہماری ہر چیئز کی زکوۃ مقرر کی ہے کیونکہ در حقیقت اسلامی مسئلہ ہے۔ہی یہی کہ دنیا کی ہر چیز سارے بندوں کی ہے۔

پس جب تک باقی بندوں کے لئے حصہ نہ نکال لیا جائے وہ چیز پاک نہیں ہوتی بھلا خدا تعالی نے زمین آسمان۔سورج ۔تارے اور سیارے اپنے بندوں کے لئے پیدا کئے ہیں یا صرف ہمارے لئے پھر جبکہ تمام بندوں کے لئے ہیں تو گویا یہ شاملات ہے اور شاملات پر جو شخص قبضہ کرے وہ گائوں والوں کو مٹھائی بھی کھلاتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے میں اس چیز پر قبضہ کرنے لگا ہوں جس پر تمہارا بھی حق ہے پس ہر چیز جو ہمارے پاس ہے وہ صرف ہماری نہیں بلکہ ساری دنیا کی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم باقی دنیا کا اس میں سے حصہ نکالیں ورنہ ہمارا قبضہ جابرانہ ہو گا اور جابرانہ قبضہ کی سزا ہوا کرتی ہے۔